**مطالعۂ قرآن حکیم**

ڈاکٹر اسرار احمد

# سورۂ یونس

## آیات ۴۱ ـــــ ۴۶

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
وَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّیْ عَمَلِیْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ ۚ اَنْتُمْ بَرِیْٓـُٔوْنَ
مِمَّآ اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ○ وَمِنْهُمْ مَّنْ
یَّسْتَمِعُوْنَ اِلَیْكَ ۭ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ وَلَوْ كَانُوْا لَا یَعْقِلُوْنَ ○
وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّنْظُرُ اِلَیْكَ ۭ اَفَاَنْتَ تَهْدِی الْعُمْیَ وَلَوْ كَانُوْا
لَا یُبْصِرُوْنَ ○ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَظْلِمُ النَّاسَ شَیْـًٔا وَّلٰكِنَّ النَّاسَ
اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ ○ وَیَوْمَ یَحْشُرُهُمْ كَاَنْ لَّمْ یَلْبَثُوْٓا
اِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ یَتَعَارَفُوْنَ بَیْنَهُمْ ۭ قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ
كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِیْنَ ○ وَاِمَّا نُرِیَنَّكَ بَعْضَ
الَّذِیْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّیَنَّكَ فَاِلَیْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ اللّٰهُ شَهِیْدٌ
عَلٰی مَا یَفْعَلُوْنَ ○

*"اور (اے نبیؐ!) اگر یہ لوگ آپؐ کو جھٹلاتے ہیں تو آپ کہہ دیں کہ میرا عمل میرے لیے ہے اور تمہارا عمل تمہارے لیے۔ تم پر میرے اعمال کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے اور میں بری الذمہ ہوں تمہارے اعمال سے۔ ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو (اے نبیؐ!) آپ کی باتوں کو (بظاہر) بڑے دھیان سے سنتے ہیں، لیکن کیا آپ کے لیے ایسے بہروں کو*

سنانا ممکن ہے جو عقل سے بالکل کام نہ لیتے ہوں۔ اور بعض ایسے بھی ہیں جن کی نگاہیں (بظاہر) آپ کی جانب ہوتی ہیں، لیکن کیا آپ کے لیے ممکن ہے کہ اندھوں کو راہ دکھائیں اگرچہ وہ بصارت سے محروم ہوں۔ اللہ تعالیٰ لوگوں پر ذرا بھی ظلم نہیں کرتا، اصل میں لوگ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم ڈھاتے ہیں۔ اور جس دن اللہ انہیں اکٹھا کرے گا وہ ایسے محسوس کریں گے جیسے کہ وہ (دنیا میں تو) بس دن کی ایک ساعت ہی رہے تھے (جس کی بنا پر) وہ ایک دوسرے کو پہچان لیں گے۔ حقیقت میں بالکل نامراد ہوئے وہ لوگ جنہوں نے اللہ کے حضور میں حاضری سے انکار کیا اور ہدایت سے محروم رہ گئے! اور (اے نبی!) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہم آپ ہی کے سامنے لے آئیں اس (عذاب) کا کچھ حصہ جس کی دھمکی ہم ان (کافروں) کو دے رہے ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ ہم آپ کو (اس سے قبل) وفات دے دیں۔ اور بالآخر تو ان کو ہماری طرف لوٹنا ہے' اور پھر اللہ بذاتِ خود ان کے اعمال پر گواہ ہے ہی!"

ان آیات کا آغاز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کے ذکر سے ہوا ہے۔ اس ضمن میں یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ اہلِ مکہ نے شخصاً آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی جھوٹا نہیں کہا اور آپؐ کے بدترین دشمن بھی آپؐ کی صداقت و امانت کے پوری طرح قائل تھے۔ کفار اصل میں تکذیب قرآن کی کرتے تھے۔ یعنی یہ کہ یہ اللہ کا کلام نہیں ہے بلکہ یا تو خود آنحضورؐ ہی کا کلام ہے یا کسی کاہن کا یا کسی جن کا جو آپؐ پر مسلط ہو گیا ہے۔ چنانچہ سورۃ الانعام کی آیت ۳۳ میں بھی آنحضورؐ کی دلجوئی کے لیے فرمایا کہ "(اے نبیؐ!) ہمیں خوب معلوم ہے کہ ان باتوں سے آپ کو رنج اور صدمہ پہنچتا ہے لیکن آپ کیوں غمگین ہوتے ہیں جبکہ یہ بدبخت آپ کو تو جھوٹا نہیں کہہ رہے بلکہ ہماری آیات یعنی قرآن کی تکذیب کر رہے ہیں!" ـــــ خود سورۃ یونس آیت ۱۵ میں بھی یہ مضمون گزر چکا ہے کہ: "جب انہیں ہماری روشن اور تابناک آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو جنہیں ہمارے حضور میں حاضری کا یقین نہیں ہے، وہ کہتے ہیں کہ (اے محمدؐ!) یا تو اس قرآن کے بجائے کوئی اور قرآن پیش کرو، ورنہ اس میں ترمیم کر دو!"۔ گویا اس کے بعد ہمارے اور تمہارے مابین کوئی نزاع نہیں رہے گا۔ اس لیے کہ اصل بنائے نزاع یہ قرآن ہے جو تم پیش کر رہے ہو۔ اسی طرح آیات زیرِ بحث سے متصلاً قبل آیات ۳۷، ۳۸ میں فرمایا: "یہ قرآن ایسی کتاب ہے ہی نہیں جسے خدا کے سوا کوئی تصنیف کر سکے۔ بلکہ یہ تو تصدیق

ہے ان آسمانی کتابوں کی جو اس سے پہلے موجود ہیں اور کامل تفصیل ہے کتابِ الٰہی کی۔ اور کیا وہ کہتے ہیں کہ اسے خود انہوں نے (یعنی آنحضورؐ) گھڑ لیا ہے؟ تو ان سے کہو کہ پھر تم بھی اس جیسی ایک سورت ہی گھڑ کر دکھا دو اور (اس کام میں مدد کے لیے) خدا کے سوا جس کو بھی تمہارے لیے ممکن ہو پکار و اگر تم سچے ہو ......!

آیات زیرِ گفتگو میں اس ضمن میں آنحضورؐ کو دو ٹوک اعلانِ برأت کی ہدایت فرمائی گئی ہے کہ آپ اُن کو زیادہ منہ نہ لگائیں اور نہ ہی اُن کے ناز و نخرے زیادہ برداشت فرمائیں بلکہ صاف صاف کہہ دیں کہ ان حقائق کے علی الرغم اور اس چیلنج کو قبول نہ سکنے کے باوجود تم اس قرآن کو جھٹلاتے ہو تو مجھے تمہاری کوئی پروا نہیں ہے۔ میں جو کچھ کر رہا ہوں اُس کا اجر و ثواب میرے لیے ہے اور تمہارے اعراض و انکار کی پاداش خود تمہارے ہی سامنے آئے گی۔ خدا کے یہاں نہ مجھے تمہاری جانب سے جوابدہی کرنی ہے اور نہ ہی تم میری طرف سے جوابدہ ہو گے۔ یہ مضمون بالکل وہی ہے جو قرآنِ حکیم کی آخری سورتوں میں سے سورۃ الکافرون میں شرح و بسط اور بڑے ہی دوٹوک انداز میں بیان ہوا۔ اور اس مضمون کی اہمیت پر یہی دلالت کافی ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ نے ایک پوری سورت کا موضوع ٹھہرایا۔ اس لیے کہ دعوتِ حق کے دوران ایک مرحلہ وہ آکر رہتا ہے جب داعی کو اپنے مخاطبین سے واضح الفاظ میں اعلانِ برأت کرنا پڑتا ہے۔

اس کے بعد قرآن حکیم کے بہت سے دوسرے مقامات کے مانند یہاں بھی آنحضورؐ کے اس ممکنہ احساس پر کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ ان لوگوں کے اعراض و انکار میں میری کسی کوتاہی یا تقصیر کو دخل ہو دلجوئی اور تسلّی و تشفّی کے انداز میں فرمایا کہ آپ ان کے ظاہر پرست جائیں، یہ لوگ عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی خاطر اور ان پر اپنے خلوص و اخلاص کا رعب گانٹھنے کے لیے بظاہر بہت بن بن کر آپ کے سامنے بیٹھتے ہیں اور نگاہوں کو آپ پر پوری طرح مرتکز کر کے بظاہر پورے دھیان کے ساتھ آپ کی باتوں کو سنتے ہیں۔ لیکن اصل میں ان کی نیّت میں فساد ہے اور فی الواقع یہ حق کے طالب نہیں ہیں بلکہ ان کے دل مردہ ہو چکے ہیں اور ان پر مہر لگ چکی ہے۔ لہٰذا اب یہ بظاہر بینا ہیں لیکن بباطن اندھے ہیں اور بظاہر سنتے ہیں لیکن درحقیقت بہرے ہیں اور اب آپ خواہ کتنی بھی کوشش فرمالیں انہیں ہدایت نہیں مل سکتی۔ گویا ان کے اعراض و انکار کا سبب یہ ہرگز

نہیں ہے کہ آپ کی جانب سے فریضۂ دعوت و تبلیغ کی ادائیگی میں کوئی کمی رہ گئی ہے جس سے آپ کو تشویش ہو بلکہ اصل فساد ان کی اپنی نیت کا ہے جس کے باعث ان کی قبولِ حق کی استعداد ہی سلب ہو گئی ہے' اور یہ بھی اصلاً نتیجہ ہے اُن کی بداعمالیوں کا جن کے باعث ان کے دلوں پر زنگ لگ چکا ہے: "کَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ مَّا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ ○ اس لیے کہ اللہ لوگوں پر ظلم نہیں کرتا، بلکہ لوگ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم ڈھاتے ہیں۔

آخری آیت میں ایک اور عظیم حقیقت کی نشاندہی کی' یعنی یہ کہ ان کے اعراض و انکار کی دو سزائیں ہیں جو اُن کو لازماً ملیں گی۔ ایک اُخروی سزا یعنی خلود فی النار۔ اس کے ضمن میں نقشہ کھینچ دیا گیا کہ اس وقت جس حیاتِ دُنیوی اور اُس کی عارضی لذتوں اور مسرتوں میں یہ اس درجہ مگن ہیں کہ ہمارے رسولؐ اور ہمارے قرآن کی تکذیب سے بھی باز نہیں آتے' اُس روز انہیں ایسے محسوس ہوگا کہ جیسے وہ کُل زندگی ایک دن کی بھی ایک ساعت کے مانند تھی اور بس! اور ابد تک عذاب ہی عذاب کا سامنا ہے۔ اور دوسری سزا خود اِس دنیا میں' اللہ کے اس اٹل قانون کے مطابق کہ رسولوں کی دعوت سے منہ موڑنے والوں کو دنیا ہی میں نیست و نابود کر دیا جاتا ہے' جیسے قومِ نوحؑ، قومِ ہودؑ، قومِ صالحؑ، قومِ لوطؑ، قومِ شعیبؑ اور آلِ فرعون کے ساتھ ہو چکا ہے۔ اس دوسری سزا کے بارے میں وضاحت فرمائی کہ (اے نبیؐ!) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان پر یہ عذاب آپ کی حیاتِ طیبہ ہی کے دوران آ جائے ——— گویا آپؐ بھی خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں کہ جو دھمکی ہم نے انہیں دی تھی وہ پوری ہوئی' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ صورت آپ کی وفات کے بعد ہو' بہر صورت ہو گی ضرور۔ اس ضمن میں واضح رہے کہ یہ صورت آنحضورؐ کی حیاتِ طیبہ ہی کے دوران پیش آ گئی جس کا آغاز ہوا غزوۂ بدر سے جب قریشِ مکہ کے ستر سرکردہ افراد مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوئے اور اُن کی لاشیں میدانِ بدر میں اس طرح پڑی نظر آئیں جیسے کھجور کے کٹے ہوئے تنے ہوں، اور جس کا اختتام ہوا اُس وقت جب جزیرہ نمائے عرب پر اللہ کا دین غالب ہو گیا ——— اور ۹ھ میں اعلان کرا دیا گیا کہ اب سرزمینِ عرب میں کسی مشرک کو زندہ نہ چھوڑا جائے گا ———

وَتَمَّتْ کَلِمَتُ رَبِّکَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ۭ لَا مُبَدِّلَ لِکَلِمٰتِہٖ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ○

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○